(۲۲)

(فرمودہ ۲۸۔جنوری ۱۹۳۳ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

فطرت انسانی میں اللہ تعالیٰ نے خوشی اور غم کی دو لہریں جاری کی ہیں غم کی لہر کیا ہے اس بات کی علامت ہے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہے اور خوشی کی لہر کیا ہے اس بات کی خبر ہے کہ کوئی چیز پائی گئی ہے۔ وہی باتیں جو ہم اپنی زبان سے کہتے اور الفاظ سے ادا کرتے ہیں ان کو ہماری فطرت احساسات سے ادا کرتی ہے۔ جس طرح ہم خوشی کے موقع پر دوسرے سے کہتے ہیں مبارک ہو اس کے مقابل طبیعت کیا کرتی ہے؟ دل میں خون کا دورہ پیدا کرتی ہے حرکت ہوتی ہے اور یوں محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہمیں کوئی چیز مل گئی ہے۔ اسی طرح جب کسی غم کے موقع پر ہم کسی سے کہتے ہیں بڑا افسوس ہے تو طبیعت اس کے دل پر ایک بوجھ ڈالتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہم یوں محسوس کرتے ہیں کہ طبیعت کسی بات میں لگتی نہیں گویا کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ یہ فطرت کی آواز ہوتی ہے جو بسا اوقات ہمیں بہت سی تباہیوں سے بچالیتی ہے۔ فرض کرو کوئی شخص اعصابی کمزوری میں مبتلاء ہے۔ اعصاب کا سلسلہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کے نقائص کو اطباء اور ڈاکٹر بھی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ چہ جائیکہ کسی اور انسان کو اس کا علم ہو۔ ایک شخص ڈاکٹر کے پاس جاتا اور کہتا ہے میری طبیعت اداس رہتی ہے اس سے ڈاکٹر سمجھ لیتا ہے کہ اس کے اعصاب کمزور ہو رہے ہیں اور وہ اسے کوئی Nervous [۱] ٹانک دے دیتا ہے۔ اعصابی کمزوری کے باعث اسے جو اُداسی لاحق تھی وہ گویا اس کی فطرت کی آواز تھی جس نے اس کے اندرونی نقص سے اسے اطلاع دے دی اور اسے بتادیا کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ تو غم اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہے اور خوشی اس بات کی کہ کوئی چیز مل گئی ہے۔ اب یہ جو عید کا دن ہے جسے ہم خوشی کا دن قرار دیتے ہیں ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس دن کیا چیز ہے جو ہمیں مل گئی۔ میں نے کل کے خطبہ [۲] میں بیان کیا تھا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندے کے ہر نیک فعل کے لئے میں اسے کوئی نہ کوئی انعام دیتا ہوں لیکن روزوں کے بدلہ میں اپنی ذات اسے دے دیتا ہوں۔ [۳]

گویا عید الفطر کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک ماہ روزے رکھنے سے خدا تعالیٰ ہمیں مل گیا۔ اب سوچنا چاہئے کہ کیا سچ مچ ہمیں خدا مل گیا ہے۔ کئی پاگل ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس ٹوٹی ہوئی طشتریوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں انہیں وہ روپے کہتے ہیں اور کنکر وغیرہ جمع کر کے انہیں ہیرے اور موتی قرار دے لیتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جیسا فی الواقعہ ہیرے اور موتی رکھنے والا بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ جس کے پاس سچ مچ کے ہیرے موتی ہوں اسے یہ فکر رہتا ہے کہ کوئی انہیں چُرا نہ لے مگر پاگل کو یہ فکر بھی نہیں ہوتا اس لئے اس کی خوشی دراصل ہیرے موتی رکھنے والے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی خوشی اصلی خوشی ہے کیونکہ وہ غلط طور پر خوش ہو رہا ہے واقعہ میں اس کے پاس کچھ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اصلی خوشی اسی کی ہوتی ہے جسے واقعہ میں کوئی چیز مل جائے۔ پس غور کرو کہ تمہاری عید سطحی اور بناوٹی تو نہیں اور اگر واقعہ میں روزوں یا کسی اور ذریعہ سے تم نے خدا کو پا لیا تو تمہاری عید اتنی بڑی ہے کہ اس کے مقابل بادشاہوں کی عید بھی ہیچ ہے کیونکہ جسے خدا مل جائے اس کے سامنے بادشاہ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ نبیوں کا حال تو اور ہوتا ہے ان کے خادم اور غلام بھی ایسے ہو جاتے ہیں کہ بادشاہوں کی ہستی ان کے مقابل کچھ نہیں ہوتی۔ نظام الدین اولیاءؒ ایک بزرگ دہلی میں ہوئے ہیں جو بہت سے اولیاء کے پیر تھے۔ ہندوستان میں ان کے ذریعہ بہت ہدایت پھیلی ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ کوئی ایسی بات کی کہ تغلق خاندان کا بادشاہ جو اس وقت ہندوستان پر فرمانروا تھا ناراض ہو گیا وہ اس وقت سفر پر جا رہا تھا اس نے کہا کہ واپس آ کر میں ان کو سزا دوں گا۔ مریدوں کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس بات سے بہت فکر ہوا اور جب بادشاہ واپس روانہ ہوا تو یہ فکر اور بھی بہت بڑھ گیا۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ بادشاہ آ رہا ہے اس لئے دہلی پہنچنے سے پہلے کوئی صُلح کی کوشش کرنی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا ہم نے کیا کوشش کرنی ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے۔ بادشاہ جب اور قریب آ گیا تو مریدوں کو اور فکر ہوا اور انہوں نے پھر کہا کہ اب تو تھوڑا فاصلہ رہ گیا ہے مگر آپ نے فرمایا کوئی غم نہ کرو ہنوز دلّی دور است۔ آخر بادشاہ بالکل قریب آ گیا اور اسلامی بادشاہوں کا طریق یہ رہا ہے کہ وہ رات کے وقت شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے اور درحقیقت رسول کریم ﷺ کی سنت بھی یہی ہے۔ [۲] بادشاہ بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ جب بادشاہ رات کے وقت شہر کے قریب پہنچا تو رات کو باہر ہی قیام کیا اور

اعلان ہو گیا کہ کل داخلہ ہو گا۔ مریدوں نے پھر کہا کہ اب تو بادشاہ آیا ہی چاہتا ہے۔ مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ ہنوز دلّی دور است۔ جب صبح ہوئی تو ان کے اخلاص مند مریدوں میں سخت گھبراہٹ تھی کہ اب بادشاہ شہر میں داخل ہو گا اور معلوم نہیں کیا آفت آئے مگر اطلاع ملی کہ بادشاہ کسی حادثہ سے فوراً مر گیا ہے اور اس کے بجائے اس کی لاش شہر میں داخل ہوئی۔ [۵]
تو اللہ تعالیٰ کا جو انسان ہو جائے اس کے مقابلہ میں بادشاہ بھی ہیچ ہوتے ہیں کیونکہ حقیقی خوشی اسے ہی پہنچ سکتی ہے جس کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔ بادشاہتیں کیا چیز ہیں۔ غم و فکر کا انبار ہیں جن کے ساتھ کوئی تسلی نہیں۔ نبوتیں بھی غم و فکر کا انبار ہوتی ہیں مگر ان کے ساتھ تسلّی ہوتی ہے۔ بادشاہ کی رات بھی فکر میں بسر ہوتی ہے اور دن بھی مگر نبی جب لوگوں کے غموں اور فکروں میں گھرا ہوا رات کو سوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے الہاموں کی لہر اُنہیں بالکل دور کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مجھے خوب یاد ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ بارہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سے کہ میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں خدا تعالیٰ کی یہ وحی نازل ہونا شروع ہوتی ہے۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ [۶] اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ [۷] اور اس وقت تک برابر جاری رہتی ہے جب میں سر تکیہ سے اٹھاتا ہوں۔ اس الہام کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں دیکھوں تو کون اس پر حملہ کرتا ہے اور یہ کہ میں اپنے رسول اور اس کے اہل کے ساتھ ہوں۔ تو غم و فکر تو شاید انبیاء کو بادشاہوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں مگر بادشاہ کا دن بھی بے چینی سے گذرتا ہے اور رات بھی۔ مگر نبی کی وہ طاقت جو غم و فکر کی وجہ سے زائل ہوتی ہے دنیا سے علیحدگی کے وقت دوبارہ قائم ہو جاتی ہے۔

پھر بادشاہ کا غم اپنی جان کے لئے ہوتا ہے مگر انبیاء کا دوسروں کے لئے۔ بادشاہ کو یہ فکر ہوتا ہے کہ کہیں میں نہ مارا جاؤں مگر نبی کا فکر اس لئے نہیں بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ نہ ہلاک ہو جائیں۔ [۸] جب یہ حالت ہو تو یہ عید تو ایک عید ہے مگر وہ کیا عید ہے جب انسان کے اندر خدا تعالیٰ کی محبت کا کوئی ذرہ نہ ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر شخص کو یہ مقام حاصل ہونا چاہئے اور نہ ہر شخص محمدؐ یا موسیٰؑ یا عیسیٰؑ ہو سکتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ بھی قائم ہو گیا تو پھر حقیقتاً اس کی عید ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ایک گھر میں ہزار لیمپ بھی رکھے ہوں مگر دیا سلائی نہ ہو تو گھر والوں کو فکر رہے گا کہ معلوم نہیں اندھیرے میں کیا گزرے لیکن اگر ایک گھر میں پیسے کی چار چار بکنے والی ایک موم بتی بھی

ہو اور پھر ساتھ ہی دیا سلائی یا آگ بھی ہو تو انہیں کوئی فکر نہیں ہو گا کیونکہ اگر ذرا بھی کھٹکا ہو تو وہ جلا کر دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ بھی پیدا ہو گیا تو سمجھو اسے خزانہ حاصل ہو گیا۔ اب ہمت کی دیر ہے جب وہ ذرا توجہ کرے گا اس چنگاری سے آگ مشتعل ہو جائے گی۔ پس اگر کوئی شخص رمضان کے بعد یہ دیکھے کہ محبتِ الٰہی کی ایک چنگاری بھی اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے' اگر وہ محبت کا جذبہ اپنے اندر محسوس کرے اور یہ سمجھے کہ یہ جذبہ اس کے دماغ سے اتر کر اس کے دل میں آگیا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اسے خدا مل گیا۔ گو اپنے ظرف کے مطابق ہی ملا لیکن خواہ تھوڑا ملا یا بہت اس کی عید حقیقی عید ہے نہ صرف اس کی بلکہ اس سے ملنے والوں کی بھی کیونکہ جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسے ایک مقناطیسی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس طرح آگ کے پاس بیٹھنے والا بھی گرم ہو جاتا ہے اور خواہ آگ کی چنگاری چنے کے دانے کے برابر ہو اسے اٹھانے والے کا ہاتھ حرارت محسوس کرتا ہے اسی طرح جس کے اندر خدا تعالیٰ کے عشق کی چنگاری ہو اس کے پاس بیٹھنے والے بھی اس کا اثر محسوس کریں گے۔ ؂۹ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی چنگاری ہو اس کے بیوی بچے بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے بلکہ دوست احباب بھی۔ خدا تعالیٰ نے آگ میں نور رکھا ہے اور روشنی کبھی اپنی جگہ محدود نہیں رہ سکتی وہ ضرور باہر نکلتی ہے۔ سیاہی اور ظلمت کا دائرہ محدود ہوتا ہے مگر روشنی ہمیشہ پھیلنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ کرمِ شب چراغ جو رات کے وقت چمکتا ہے کتنا چھوٹا سا ہوتا ہے مگر کس طرح دور سے اس کی روشنی رات کے وقت نظر آتی ہے۔ مسافر جب گاؤں کے قریب آتا ہے تو کس طرح جھاڑیوں میں اسے چمکتا دیکھ کر کہہ اٹھتا ہے کہ وہ گاؤں آگیا۔ اسی طرح جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کی چنگاری ہو اگر اس کرم شب چراغ کے برابر بھی ہو تب بھی وہ دوسروں کو روشنی پہنچائے گا اور خود ترقی کرتا جائے گا۔ ممکن نہیں کوئی خدا کا ہو جائے اور سورج' چاند یا ستارہ نہ بنے۔ قرآن کریم میں اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔** ؂۱۰ جو اللہ تعالیٰ سے ذرہ بھی تعلق پیدا کرے وہ اس نور کو لے لیتا ہے اور جب وہ حاصل ہو گیا تو پھر دوسروں کو بھی روشن کر دیتا ہے خواہ وہ ایسا نہ بھی کرنا چاہے۔ اگر سورج چاہے بھی کہ اپنی روشنی دوسروں کو نہ دے تب بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔

"میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی ہرگز تمنّا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔"[۱۱]

تو نور کا خاصہ ہے کہ ظاہر ہو وہ کہاں چھپ کر رہ سکتا ہے۔ پس جب انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے اندر پیدا کرے تو نہ صرف اس میں بلکہ اس کے ملنے والوں میں بھی ایک پاک تبدیلی ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لاکھوں انسانوں کے اندر وہ تبدیلی نامکمل ہو مگر پھر بھی نور ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ جس طرح کالے کپڑے کی اوٹ میں اگر بتی جلائی جائے تو بھی روشنی نکلے گی ضرور۔ اسی طرح ممکن ہے کہ محبتِ الٰہی کی روشنی پر گناہوں کی سیاہ چادر پڑی ہو مگر وہ صرف اس کے نور کو کم کر سکے گی مٹا نہیں سکتی۔ اور جب کوئی انسان ایسا ہو جائے تو پھر اسے خدا کہتا ہے کہ اب تیرا حق ہے کہ میری نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔ قرآن کریم نے دوستوں کے ہاں سے کھانا جائز قرار دیا ہے[۱۲] مگر غیر کے ہاں سے کھانے کا کسی کو حق نہیں ہوتا۔ جب تک انسان خدا کا نہیں ہو جاتا اس وقت تک خدا کی نعمتیں استعمال کرنے کا اسے کوئی حق نہیں ہاں جب کوئی خدا کا ہو جائے تو اس وقت اچھا کھانا پینا اور پہننا اس کا حق ہو جاتا ہے بلکہ نہ کھانا موجبِ ناراضگی ہوتا ہے۔ دیکھو اگر ہم کسی دوست کے سامنے کچھ کھانے کے لئے رکھیں مگر وہ نہ کھائے تو ہم ناراض ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی غیر کسی کی کوئی چیز استعمال کرلے تو وہ برا مناتا ہے بلکہ اگر کسی کی طبیعت میں حیا نہ ہو تو لڑ پڑے گا ورنہ چپ رہے گا لیکن رنج ضرور محسوس کرے گا۔

پس جس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں اس کا کوئی حق نہیں کہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں استعمال کرے لیکن خدا اسے جس کا تعلق ہو جائے اسے خود خدا تعالیٰ کہتا ہے کھاؤ پیو[۱۳] اور عید کا دراصل یہی مطلب ہے کہ ہم نے رمضان میں روزے رکھے یعنی کہا نہیں کھائیں گے جب تک خدا تعالیٰ ہمارا نہ ہو جائے۔ مگر آج خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے خوش ہو جا کہ میں تیرا ہو گیا پس تو کھا اور پی۔ یہ گفتگو ۲۹ یا ۳۰ دن تک برابر قائم رہتی ہے اور پھر فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر تم خدا کے کلام کو غور سے پڑھنے والے ہو تو تمہیں پتہ لگے گا کہ یہ رمضان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس وعدہ کی تکمیل ہے جوان سے تیس راتوں کا کیا گیا تھا مگر چالیس میں پورا کیا گیا ۱۴؎ لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے تیس دن میں ہی مکمل کیا گیا۔ گویا حضرت موسیٰ کو چالیس دن کے بعد خدا ملا لیکن رسول کریم ﷺ اور آپؐ کی امت کو تیس دنوں میں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر جانا پڑا۔ مگر ہمارے گھروں میں خدا آیا ۱۵؎ اور بعض دفعہ تو تیس سے بھی ایک کم کر کے ۲۹ میں مل جاتا ہے یہ وہی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہ وعدہ پوری طرح پورا نہیں ہوا کیونکہ آپ کی امت نے غداری کی اور کہہ دیا کہ جا تو اور تیرا رب لڑتے پھرو ۱۶؎ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں نے کہا جب ہم نے آپ کو رسول مان لیا تو باقی کیا رہ گیا۔ اگر آپ سمندر میں بھی گھوڑے ڈالنے کو کہیں گے تو ہم کبھی منہ نہ موڑیں گے۔ ۱۷؎ غرض خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی موسیٰ ہے۔ ۱۸؎ مگر بنی اسرائیل کے موسیٰ کے ساتھ نہیں بلکہ بنی اسماعیل کے موسیٰ کے ساتھ یہ وعدہ پورا ہوا۔ پس بندے اور خدا کے درمیان ۳۰ دن تک یہ گفتگو جاری رہتی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اچھا میں تیرا ہو گیا اب تو میری نعمتیں کھا سکتا ہے۔ آج عید کے دن کھانا کھانا حرام نہیں بلکہ نہ کھانا حرام ہے کیونکہ آج میرا تیرا دوستانہ ہو گیا ہے میری چیزیں اب تیری ہیں۔ اگر آج تو نہ کھائے گا تو میں ناراض ہوں گا۔ یہی تعلق جب بڑھتا ہے اور انسان ترقی کرتا ہے تو ایسے مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات اسے اللہ تعالیٰ الفاظ میں کہتا ہے کہ کھا۔ رسول کریم ﷺ کی امت میں سے سید عبد القادر جیلانیؒ اس مقام کے خاص مظہر تھے ویسے بھی ان کو باقی صلحاء پر یہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو جو بلحاظ مدارج کئی نبیوں سے بھی افضل ہیں اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہو کر ایسے مقام پر پہنچے کہ نبیوں کو بھی اس مقام پر رشک ہے عبد القادر کا نام دیا گیا۔ ۱۹؎ سید عبد القادر اس مقام کے خاص مظہر تھے وہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے عبد القادر تجھے میری ہی قسم۔ کھا۔ تب میں کھاتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے عبد القادر تجھے میری ہی قسم' یہ کپڑا پہن' تب میں پہنتا ہوں۔ ۲۰؎ تو بسا اوقات ایک بندہ ایسے مقام پر جا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح اس سے معاملہ کرتا ہے تب اگر وہ نہ کھائے اور نہ پہنے تو گنہگار بنتا ہے۔ ایسے انسان کی گویا ہر حرکت خواہ وہ دنیوی ہی کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ دین بنا دیتا ہے۔ اس کا کھانا پینا اور پہننا بھی اس کے لئے ثواب کا موجب ہو جاتا ہے وہ چونکہ خدا تعالیٰ کے

حکم سے کھاتا ہے اور خدا کے حکم سے جو کچھ کھایا جائے وہ ایسی ہی عبادت ہے جیسے نماز اور روزہ۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بیمار روزہ کے دنوں میں کھائے۔ رمضان میں دن کو کھانا پینا گناہ ہے مگر بیمار چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کھاتا ہے [۲۱] اس لئے اس کے لئے ثواب کا موجب ہے وہ تو بیماری کے باوجود روزہ رکھنے کو تیار تھا اور اس بات پر بالکل آمادہ تھا کہ خدا کی راہ میں بھوکا رہ کر جان تک دے دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چونکہ اسے حکم دیا کہ کھا' اس لئے کھاتا ہے اور اس لئے اس کا کھانا بھی ثواب کا موجب ہوتا ہے وہ خواہ تمام قسم کی مرغن غذائیں کھائے اسے ثواب ہی ہوگا۔ یہ حالت تو عوام کی ہے مگر خواص پر خاص اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ یہی حالت وارد کرتا ہے۔ میں پہلے بھی کئی بار سنا چکا ہوں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سخت کھانسی میں مبتلاء ہوئے۔ ایسی شدید کھانسی تھی کہ اخباروں میں اس کا ذکر پڑھ کر عبدالحکیم نے لکھ دیا کہ آپ سِل سے فوت ہوں گے۔ [۲۲] ان دنوں چونکہ میری ڈیوٹی آپ کو دوا پلانے کی تھی اس لئے میں بھی اپنے آپ کو نصف ڈاکٹر سمجھتا تھا۔ ایک دن کہیں سے پھل آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا پھل ہے؟ میں نے بتایا کیلا ہے سنگترہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قریب کرو' میں نے قریب تو کر دیا کیونکہ حکم تھا مگر عرض کیا کیلا کھانا آپ کے لئے مضر ہوگا۔ آپ مسکراتے جاتے اور کھاتے جاتے میں اپنے دل میں کُڑھ رہا تھا کہ تکلیف بڑھ جائے گی۔ آخر آپ نے فرمایا مجھے ابھی الہام ہوا ہے کھانسی دور ہو گئی جو چاہو کھاؤ۔ [۲۳] میں اپنی جہالت کی وجہ سے کُڑھ رہا تھا مگر آپ اپنے علم کے مطابق ہنس رہے تھے کہ خدا تعالیٰ کا حکم پورا کر رہا ہوں۔ ایسی حالت میں پیچھے ہٹنا گناہ ہوتا ہے۔ بہت سے نادان ایسے لوگوں پر اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ وہ مکان جو مسجد اقصیٰ کے قریب ہے اور جس میں اب خدا کے فضل سے ہمارے دفاتر ہیں یہ ایک ہندو ڈپٹی نے بنایا تھا۔ جب یہ اونچا بنا تو لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اس طرح آپ کے مکانوں کی بے پردگی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کوئی فکر کی بات نہیں بادشاہ کے مکان کے پاس جو مکان بنایا جاتا ہے وہ آخر شاہی کیمپ میں ہی داخل ہو جاتا ہے۔ آخر مکان بنانے والا مر گیا' اس کی اولاد بھی تباہ ہو گئی اور مکان ہمارے پاس فروخت ہو گیا۔ [۲۴] وہ ڈپٹی صاحب ایک دن مکان کے باہر بیٹھے تھے کہ حضرت خلیفہ اول درس دے کر آ رہے تھے۔ اس نے کہا مولوی صاحب آپ سے میں ایک بات پوچھنی چاہتا ہوں اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا

پوچھو۔ اس نے کہا سنا ہے مرزا صاحب بادام روغن اور پلاؤ بھی کھالیتے ہیں۔ آپ فرماتے میں نے کہا ہمارے ہاں حلال ہے۔ کہنے لگا کیا خدا رسیدہ لوگوں کے لئے بھی حلال ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہمارے ہاں ان کے لئے بھی حلال ہے۔ تو نادان انسان کئی چیزوں پر اعتراض کرتا ہے اور کئی دفعہ دوست بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ احتیاط نہیں کی جاتی۔ یہ محبت کے اعتراض ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے یوں پہرہ کا انتظام نہیں ہوتا اس طرح نگرانی نہیں کی جاتی۔ اس میں شک نہیں کہ دنیوی سامان بھی چاہئیں لیکن جو انسان ایسا ہو جائے کہ اس کی موت و حیات سب خدا کے لئے ہو اس کا حافظ خود اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اگر خدا موت لاتا ہے تو وہ بھی اس انسان کی حفاظت کے لئے ہی ہوتی ہے اور جب خدا تعالیٰ پسند کرے کہ فلاں بندے پر موت آ جائے تو پھر اس رنگ کی موت زندگی سے اچھی ہوگی۔ ہاں خدا تعالیٰ کے ظاہری قانون کا احترام قائم رکھنے کے لئے حکم ہے کہ ظاہری سامان بھی کرو تا لوگ توکّل سے محروم نہ ہو جائیں۔ توکل کا لفظ سن کر شاید بعض لوگ حیران ہوں لیکن میں جو توکّل کے معنی کرتا ہوں وہ عوام الناس سے مختلف ہیں۔ میں نے کچھ دن ہوئے اسی رمضان میں ایک رؤیا دیکھا کہ ایک بڑا ہجوم ہے ایسا ہی جیسا کہ اب آپ لوگ بیٹھے ہیں میں اس میں بیٹھا ہوں اور ایک دو غیر احمدی بھی میرے پاس بیٹھے ہیں۔ کچھ لوگ مجھے دبا رہے ہیں ان میں سے ایک شخص جو سامنے کی طرف بیٹھا تھا اس نے آہستہ آہستہ میرا ازار بند پکڑ کر گرہ کھولنی چاہی۔ میں نے سمجھا اس کا ہاتھ اتفاقاً جا لگا ہے اور میں نے ازار بند پکڑ کر اس کی جگہ پر اٹکا دیا۔ پھر دوبارہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور میں نے پھر بھی یہی سمجھا کہ اتفاقیہ اس سے ایسا ہوا ہے اور پھر ازار بند اڑس لیا۔ تیسری دفعہ پھر اس نے ایسا ہی کیا تب مجھے اس کی بدنیتی کے متعلق شبہ ہوا اور میں نے اسے روکا نہیں جب تک کہ میں نے دیکھ نہ لیا کہ بالارادہ ایسا کر رہا ہے تاکہ جب میں کھڑا ہوں تو ننگا ہو جاؤں اور لوگوں میں میری ہتک ہو۔ اس پر میں نے اسے ڈانٹا اور کہا تو جانتا نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے عبد القادر بنایا ہے اور کہا کوئی ہے؟ اس پر معلوم ہوا کہ ہجوم میں بھی بعض اس کے ساتھی ہیں جو حملہ آوار ہونا چاہتے ہیں لیکن جب میں نے کہا کہ کوئی ہے تو دو نوجوان لڑکے جن کے ابھی داڑھی نہیں اگی تھی آگے بڑھے میں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں؟ انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا۔ ہٹ جاؤ۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا سب کو گرفتار کر کے ایک طرف کھڑا کر دیا گیا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ غیر احمدی یہ نہ سمجھیں کہ میں نے اس شخص کو یونہی ڈانٹا

ہے۔ اس پر میں انہیں کہتا ہوں اس نے پہلے بھی دو بار ایسا کیا مگر میں نے حُسنِ ظنّی سے کام لیا اور تیسری دفعہ معلوم کیا کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ مجھے ننگا کرنا چاہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ تب اسی وقت رؤیا میں ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ عبدالقادر سے مراد یہ ہے کہ بندہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے سب کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاتے ہیں اور کوئی خواہ کتنا طاقتور کیوں نہ ہو اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ حملہ ہمیشہ کمزوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے مگر جس کا کھانا پینا پہننا بھی عبادت ہو جائے اس پر حملہ کرنا خدا پر حملہ کرنا ہوتا ہے۔ تو بہت سے دوست ہیں جو لکھتے رہتے ہیں یوں حفاظت ہونی چاہئے' یوں پہرے ہونے چاہئیں اور ہم انتظام کرتے بھی ہیں مگر صرف خدا تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لئے ورنہ اگر ہماری حفاظت کا حصر سامانوں پر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت کے ساتھ سامان بھی عطا کرتا لیکن جب سامانوں کے لحاظ سے ہماری یہ حالت ہے کہ عید کے دن بھی ہماری جماعت میں سینکڑوں ایسے لوگ ہیں جنہیں پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملا ہوگا اور اس لحاظ سے عید کے دن بھی ان کا روزہ ہی ہے تو اس کے معنی یہی ہیں کہ وہ سامانوں سے کام لینے کا حکم دینے کے باوجود بغیر سامانوں کے ہماری حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا منشاء یہی ہے کہ اس کے فرشتے خود ہمارا کام کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں عبدالقادر قرار دیا گیا ہے۔ [۲۵] وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ **یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَاءِ** [۲۶] یعنی تیری مدد کے لئے ہم لوگوں کو اٹھائیں گے اور بذریعہ وحی انہیں تحریک کریں گے اور یہی معنی عبدالقادر کے ہیں جو چیز بھی آپ کے پاس آئی وہ گویا خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش کی جاتی تھی کیونکہ خدا ہی اس کے لئے لوگوں کو تحریک کرتا اور وحی کے ماتحت آتی تھی۔ تو جو بات سید عبدالقادر کو کبھی کبھی میسر آتی تھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر روز حاصل تھی اور ہر تحفہ میں خواہ وہ کسی نوعیت کا ہوتا موجود ہوتی تھی۔ کیونکہ **یَنْصُرُکَ** کے معنی یہ ہیں کہ جتنے تیری مدد کرنے والے ہوں گے ہم انہیں وحی کریں گے اسی کیفیت کا نقشہ عید ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ کسی نعمت سے محروم رہے اس لئے وہی چیز جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری عمر حاصل رہی' جو سید عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ کو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی وہ سال میں ایک دفعہ ہر مومن کو مل جاتی ہے اور آج کے دن ادنیٰ مومن بھی سید عبدالقادر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بات میں مثیل ہو جاتا ہے البتہ اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا شاہی دعوت میں خاص اور

عام آدمیوں کے متعلق ہو جاتا ہے کہ جب بادشاہ کی طرف سے دعوت ہوتی ہے تو بعض کو گھر پر بلا کر کھلایا جاتا ہے اور بعض کے ہاں کھانا بھیج دیا جاتا ہے۔ حضرت سید عبد القادر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو گھر بلا کر کھلایا گیا اور کچھ عام طور پر تقسیم کر دیا گیا جو آج ہر احمدی کے گھر میں پکا ہے۔ پس عید کا مقام یہ ہے کہ کھانا پینا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے اور یہی اصل عید ہے اسے حاصل کرو مگر یہ حاصل ہوتی روزوں سے ہے گویا تکلیف پانے سے ملتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب گورداسپور میں مقدمہ دائر تھا اس وقت روپیہ کی تنگی تھی ۲۷؎ اخراجات بڑھ گئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت بعض لوگوں کو تحریک کی گئی اور جنہیں تحریک کی گئی ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ۲۸؎ بھی تھے اس موقع پر ان کے گھر میں جو کچھ تھا انہوں نے جمع کر کے سب بھجوا دیا اور لکھ دیا کہ آئندہ بھی جو آمدنی ہوگی وہ بھیجتا رہوں گا۔ چنانچہ تنخواہ اور پریکٹس سے جو کچھ انہیں ملتا اسے بھیج دیتے۔ ایک دوست نے جو ان دنوں ان کے مہمان تھے سنایا کہ میں نے کہا:۔ سب کچھ وہاں بھیج دیتے ہیں اپنے لئے کیوں کچھ نہیں رکھتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اب وقت ایسا ہی ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایک چِٹّھی لکھی جو میں نے خود پڑھی ہے اس میں آپ نے لکھا آپ نے قربانی کی حد کر دی آب آپ کو چندہ دینے کی ضرورت نہیں۔ ۲۹؎ حالانکہ آپ نے فرمایا ہے جو تین ماہ چندہ نہ دے وہ جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ ۳۰؎ یہ چِٹّھی اب بھی شاید خلیفہ صاحب مرحوم کے گھر میں ہو۔ وہ اس کے بعد بھی چندہ دیتے تھے اور انہیں دینا چاہئے تھا کیونکہ پہلے وہ فرض ادا کرتے تھے اور بعد میں شکریہ کے طور پر دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت جو کتاب لکھی۔ اس میں ہمیں وصیت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ ۳۱؎ میرے دل میں ہمیشہ ایک خلش سی رہتی تھی کہ ہمیں قربانی کے ایک موقع سے محروم کر دیا گیا مگر پھر خیال آیا کہ رسول کریم ﷺ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' آپؐ کے پاؤں متورّم ہو جاتے۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب گناہ معاف کر دیئے تو آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا **اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا** ۔ ۳۲؎ یعنی کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ایسے مقام پر پہنچ کر فرضاً اور وجوباً نہیں تو شکریہ کے طور پر عمل ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے ایسا طریق اختیار کیا کہ میرا

چندہ موصیوں کے چندوں سے زیادہ ہی ہو۔ پھر مجھے یاد آیا میرا ایک الہام بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد مجھے الہام ہوا اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا۔ ۳۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے مشقت اٹھا دیتا ہے مگران کا فرض ہوتا ہے کہ شکریہ کے طور پر پھر بھی عمل کریں۔ شاید یہ الہام میرے اسی وہم کے ازالہ کے لئے ہو۔ تو رمضان کے مقام پر عمل کر کے عید کا مقام آنا چاہئے اس کے بعد شکر کا مقام آتا ہے۔ پس یہ وہ سبق ہے جو ہمیں عید دیتی ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے۔ عید کچھ حاصل ہو جانے کا نام ہے پس کوشش کرو کہ خدا مل جائے۔ ابتدائی حالت سے مایوس مت ہو کیونکہ عید مایوسی سے بھی بچاتی ہے۔ دیکھو آج جن کے گھروں میں میت پڑی ہو گی عید ان کے لئے بھی آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ عید سب کے لئے مقدر ہے۔ یہ مت سمجھو کہ حقیقی عید حاصل نہ ہو گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا' کھٹکھٹاؤ' تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ ۳۴؎ پس مایوسی چھوڑ کر کوشش کرو کہ عید ملے یعنی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے بندے کو پیدا کیا۔ جس دن یہ مل گئی خواہ تھوڑی ہی ہو اسی دن سمجھ لو دروازہ کھل گیا اور تعلقات قائم ہو گئے۔ پھر تم ہی انہیں توڑو تو توڑو خدا تعالیٰ نہیں توڑے گا۔ اس نے فرمادیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ ۳۵؎ یعنی ہم تعلقات نہیں توڑا کرتے تم بے شک توڑو تو توڑو اور اگر خود توڑو گے تو تمہارا قصور ہو گا۔ تمہارے لئے وسیع اور غیر محدود انعامات کا دروازہ کھلا ہے اگر چاہو تو آسانی سے حاصل کر سکتے ہو صرف دل کی صفائی کی ضرورت ہے۔ پس جلن اور سوزش پیدا کرو پھر پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ خطبہ ثانی میں فرمایا۔

میں اب دعا کروں گا اللہ تعالیٰ جماعت کے لئے حقیقی عید لائے۔ آپ بھی دعا کریں اور بیرونی جماعتوں کو بھی شامل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی برکات دی ہیں کہ بیعت کرتے ہی خدا تعالیٰ سے تعلق کا دروازہ کھل جاتا ہے پھر اپنی غفلت سے کوئی محروم ہو جائے تو علیحدہ بات ہے وگرنہ کوئی سچا احمدی ایسا نہیں جس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسی گھڑی نہ آئی ہو کہ اسے خدا تعالیٰ نہ ملا ہو۔ یہ خزانہ تو ہر ایک کو مل جاتا ہے آگے اسے بڑھانا یا گھٹانا یا ضائع ہی کر دینا اپنے اختیار میں ہے۔ میں یہ نہیں مان سکتا کہ کسی احمدی کو خدا ملتا ہی نہیں اگر تم کہو کہ اس وقت سورج نہیں چڑھا ہوا تو میں اسے مان سکتا ہوں اور

15

تمہارے قول کے مقابلہ میں اپنے حواس کو غلطی پر تسلیم کر سکتا ہوں لیکن اس بات کو ایک لحہ کے لئے بھی نہیں مان سکتا کہ کوئی شخص سچے دل سے حضرت مسیح موعود پر ایمان لایا اور اسے خدا نہیں ملا۔ میں تمہارے قول کو اپنے حواس پر ترجیح دے سکتا ہوں مگر خدا کے قول پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ جو سچا ایمان لائے اسے میں ضرور مل جاتا ہوں ۳۶؎ ایک نہ ایک ساعت کے لئے اللہ تعالیٰ اسے ضرور مل جاتا ہے پھر انسان تعلق چھوڑتا ہے تو اس کا اپنا قصور ہے۔ پس تمہیں خدا مل چکا کوشش کرو کہ اب ہاتھ سے نہ جائے' کھویا نہ جائے بلکہ زیادہ ملے پس دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ کا جلال زیادہ سے زیادہ تمہارے دلوں پر نازل ہو' تمہارے دلوں میں اس کی محبت زیادہ سے زیادہ قائم ہو اور اس کا نور آگے سے بڑھ کر تم پر جلوہ فگن ہو۔ تمہارے آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے ہر طرف اس کا نور ہی نور ہو' وہ نور تمہارے دلوں میں داخل ہو جائے اور تم نور ہی نور بن جاؤ۔ بندہ کیا ہے وہ کوئی مستقل چیز نہیں اگر اسے ایک علیحدہ مستقل چیز مانا جائے تو یہ شرک ہو گا انسان محض تمثل ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اور جب وہ کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ محض تمثّل ہے۔ ۳۷؎ تو اس کے سراسر نور بن جانے میں کیا روک ہو سکتی ہے۔ آریہ اسی لئے گمراہ ہو گئے کہ انہوں نے بندہ کو ایک مستقل چیز قرار دے لیا اور پھر یہ سوال ان کے دلوں میں پیدا ہونے لگے کہ اگر انسان مادہ کے ذرات کا مجموعہ ہے تو نور نہیں ہو سکتا اور اگر نور ہے تو ذرّات کا مجموعہ نہیں ہو سکتا۔ ۳۸؎ یہ مت سمجھو کہ ترقیات کے دروازے محدود ہیں وہ غیر محدود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص نامکمل بینائی کی وجہ سے ٹھوکر کھا جائے۔ مگر جوں جوں بینائی اور معرفت زیادہ ہو گی اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں غلط نہیں ہے۔ ناممکن کوئی چیز نہیں سب کچھ ممکن ہے جو خدا نے ممکن بنایا ہے۔ ہر نیکی کی جڑھ محبت ہے۔ جب تم اس رستہ پر چل پڑو گے تو سب کمزوریاں دور ہو جائیں گی اس وقت تمہاری مثال اس کپڑے کی سی ہو گی جو دھوبی کے ہاتھ میں چلا جائے۔ کپڑے پر دھبہ کی فکر اسی وقت تک ہمیں ہو سکتی ہے جب تک وہ ہمارے گھر میں ہو مگر جب دھوبی اسے صابن لگا کر پتھر پر مارنا شروع کر دے تو دھبہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اصل چیز خدا تعالیٰ کی محبت ہے جب وہ پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ میلا کپڑا دھوبی کے ہاتھ چلا گیا وہ ضرور صاف ہو گا اس لئے محبت الٰہی حاصل کرنے کی فکر کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شعر میں جس کا ایک مصرعہ الہامی ہے فرماتے ہیں۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اِتّقا ہے

اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے [۳۹]

اِتّقا کیا ہے یہ خدا کی محبت کا نام ہے اور اتقا کے معنی ہیں خدا تعالیٰ کو پناہ بنا لینا اور وہ پناہ اسی کی ہو سکتی ہے جس کے دل میں اس کی محبت ہو۔ پس دعائیں کرو کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو اور ساری جماعت کے لئے دعائیں کرو ہماری جماعت تمدن کا نیا ظہور ہے۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ترقیات کے مسلسل دور رکھے ہیں اور مسیح موعود کا زمانہ تمدنی ترقیات کا دور ہے۔ میں اس وقت اس وسیع مضمون کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔ صرف یہی کہتا ہوں کہ یہ تعاون کا زمانہ ہے۔ پس دعاؤں سے ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ہمارا کام بہت بڑا ہے مگر دعا ایک ایسا جادو اور منتر ہے کہ جس سے یہ بالکل آسان اور معمولی ہو جاتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ۔** [۴۰] کے بھی یہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ڈراتا ہے کہ تمہارے دل ایسے سیاہ کروں گا کہ توبہ بھی نصیب نہ ہوگی اور مومن کو جرأت دلاتا ہے کہ تبلیغ سے نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اب میں دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں اسلام کے غلبہ اور سلسلہ کی ترقی کے لئے بھی دعا کریں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی سچی محبت اور عشق عطا کرے۔

(الفضل ۵۔ فروری ۱۹۳۳ء)

۱؎ مقوّی اعصاب

۲؎ خطبہ جمعۃ الوداع فرمودہ ۲۷۔ جنوری ۱۹۳۳ء شائع شدہ الفضل مؤرخہ ۲۔ فروری ۱۹۳۳ء

۳؎ صحیح بخاری کتاب **الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم**

۴؎ صحیح مسلم کتاب **الجهاد و السیر باب کراھیۃ الطروق وھو الدخول لیلا لمن ورد من سفر۔**

۵؎ تذکرہ اولیائے کرام ادبستان لاہور صفحہ ۹۷ تا ۹۹

۶؎ تذکرہ مطبوعہ الشرکتہ الاسلامیہ صفحہ ۴۰۷، ۴۱۵

۷؎ تذکرہ مطبوعہ الشرکتہ الاسلامیہ ۴۱۵، ۴۷۴

۸؎ **الکھف**: ۷ **الشعرآء**: ۴

۹ حقیقۃالوحی صفحہ ۱۴ تا ۱۸ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۱، ۶۲

۱۰ النور:۳۶

۱۱ حقیقۃالوحی صفحہ ۱۴۹

۱۲ النّور:۶۲

۱۳ صحیح بخاری کتاب الصیام باب الوصال صحیح بخاری کتاب الصیام باب التنکیل لمن اکثر الوصال۔

۱۴ الاعراف:۱۴۳ ۱۵ الاعراف:۱۴۴ ۱۶ المائدۃ:۲۵

۱۷ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۳۵

۱۸ المزّمّل:۱۶

۱۹ تذکرہ صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ الشرکتہ الاسلامیہ۔ ربوہ۔ ۱۹۵۶ء

۲۰ سفینۃالاولیاء مصنفہ داراشکوہ صفحہ ۴۷

۲۱ البقرۃ:۱۸۶

۲۲ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ۱۹۱۹ء میں خود سِل کے مرض سے ہلاک ہوا۔

۲۳ تذکرہ صفحہ ۷۸۷

۲۴ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۳۳۲

۲۵ تذکرہ صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ الشرکتۃالاسلامیہ۔ ربوہ۔ ۱۹۵۶ء

۲۶ تذکرہ صفحہ ۲۴۲، ۶۲۴

۲۷ مولوی کرم دین آف بھین کی طرف سے حضور علیہ السلام کے خلاف دوسرے فوجداری مقدمہ (۲۸۔ جنوری ۱۹۰۳ء) کی طرف اشارہ ہے۔ ۷۔ جنوری ۱۹۰۵ء کو حضور اس مقدمہ میں بَری قرار دیئے گئے۔ (الحکم ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۵ء حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱۔۱۲۲)

۲۸ حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کے خسر تھے۔ ۱۸۶۶ء۔ ۱۹۲۶ء بیعت ۱۹۸۲ء

۲۹

۳۰ تبلیغِ رسالت جلد دہم صفحہ ۴۹۔۵۰

۳۱ خداتعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو وصیت کی شرط سے مستثنیٰ قرار دیا

ہے (الوصیت صفحہ ۱۸)

۳۲؎ صحیح بخاری کتاب التهجد باب قیام النبی صلی الله علیه وسلم حتّٰی ترم قدماه۔

۳۳؎ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو داوٗد قرار دیا ہے یا داوٗد عامل بالناس رفقا وحسنا (تذکرہ صفحہ ۱۰۹۔ ۱۲۰)

۳۴؎ البقرة:۱۸۷ ۳۵؎ الرعد:۱۲

۳۶؎ البقرة:۲۵۸

۳۷، ۳۸؎ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توضیح مرام صفحہ ۸۶۔۸۷۔۸۸ میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ مختصراً آپ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں۔ یہاں تمثّل سے مراد ہے کہ خدا کی صفت خلق گویا وجود پکڑ گئی ہے۔ یعنی مادہ۔ ذات باری کی ایک صفت۔ جو لازماً نور ہے کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا ترقی کرکے اس کے نوری شکل اختیار کرنے میں کوئی استبعادِ عقلی نہیں۔

آریہ مادہ کو علیحدہ اور مستقل چیز قرار دیتے ہیں اور اسے مخلوق یا صفتِ خلق سے وجود یافتہ نہیں مانتے اس لئے مادّے کا نور بن جانا ان کے نزدیک ممکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ دو علیحدہ اور مستقل چیزیں ہیں۔

۳۹؎ درّثمین صفحہ ۳۱ تذکرہ ۴۲۲

۴۰؎ الانفال:۲۵